پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

وانا کے بعد بلوچستان آپریشن

جنرل پرویز مشرف نے جیو چینل پر انٹرویو دیتے ہوئے کچھ تازہ ارشادات فرمائے ہیں: مثلاً: ’’بلوچستان کے اندر تخریبی کارروائیاں کرنے والے باز آجائیں۔ ورنہ انہیں کچل کے رکھ دیا جائے گا۔ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ یہ ۱۹۷۰ء کی دہائی نہیں کہ آپ پہاڑوں پر چڑھ جائیں گے۔‘‘ جنرل صاحب یہ ارشادات نوکِ زبان پر نہ بھی لاتے تو لوگوں کو اس بات کا پتہ ہی ہے کہ حکومت کے پاس بے پناہ طاقت ہے۔ وہ جب چاہے، جس کو چاہے کچل کے رکھ سکتی ہے۔ وہ ہر طرح سے شر پسندوں کو نیست و نابود کر دینے کی طاقت رکھتی ہے جس کا مظاہرہ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے وانا آپریشن میں کر کے بھی دکھا دیا ہے۔

جنرل صاحب کے اس بیان کو سن کر مجھے جنرل یحییٰ خان کے وہ بیان یاد آگئے، جو انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو دھمکی دیتے ہوئے کہے تھے کہ میں ’’اس ’’باسٹر‘‘ کو سیدھا کر کے رکھ دوں گا۔‘‘ اس کے ساتھ ہی جنرل ٹکا خان کا وہ بیان بھی میرے دل و دماغ کی سکرین پر تیزی سے گھوم گیا کہ ’’مجھے اس بات کی ذرا پروا نہیں ہے کہ تاریخ میں میرا نام کس حوالے سے محفوظ رہے گا، میرے سامنے ملک کا جغرافیہ ہے، تاریخ نہیں ہے۔‘‘ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اندازِ گفتگو صحیح اور درست ہے؟

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ ’’ تُو کیا ہے ؟‘‘
تمہی کہو کہ ’’یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟‘‘

یہ وارننگ اور دھمکیاں صرف پاکستانیوں کے لیے ہی ہیں۔ ایک طرف یہ سختی اور دوسری طرف اتنی نرمی کہ آپ کے سامنے ہندوستان نے کشمیر کی سرحد پر باڑ لگا دی آپ کچھ نہ کر سکے۔ بگلیہار ڈیم کا منصوبہ بنا تو آپ خاموش رہے اور جب تعمیر شروع ہوئی تو آپ نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اب اس شور سے آپ قوم کو کیا تاثر دینا چاہتے ہیں۔ جو تاثر آپ قوم کو دینا چاہتے ہیں، قوم اُسے مسترد کرتی ہے۔

اس وقت جب کہ ملک اندرونی طور پر انتہائی مشکلات اور بے پناہ مسائل سے دوچار ہے۔ بلوچستان میں ایک نیا محاذ کھولنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ گلگت میں کرفیو نافذ ہے اور نہ جانے کتنے لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ حالات کی دہلیز پر پیش کر چکے ہیں۔ قادیانیوں کی سازشیں اہل ایمان کو چین نہیں لینے دیتیں۔ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ ختم کرنے پر ملک کے اندر تحریک شروع ہے۔ وردی کا مسئلہ ایک الگ ہے۔ بھارت کے ساتھ جس طرح سے تعلقات استوار کئے جا رہے

ہیں۔ باعثِ تشویش ہیں۔ کشمیر کے مسئلے پر بھارت کی طرف سے ''اٹوٹ انگ'' کی وہی پرانی رٹ سنی جارہی ہے' جب کہ ہم بتدریج اپنے مؤقف سے دستبرداری کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ ملک کے سیاسی حالات کو تشویش ناک حد تک خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ پارلیمنٹ کی حیثیت واہمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ فیصلے پارلیمنٹ کی بجائے نیشنل سیکورٹی کونسل میں ہوتے ہیں اور پارلیمنٹ صرف اور صرف ان فیصلوں پر مہر تصدیق ثبت کردیتی ہے۔ مہنگائی نے ناک میں دم کررکھا ہے۔ ترقیاتی منصوبے بناتے وقت عوامی مفادات کو یکسر نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ ہر منصوبہ اس طرح سے بنایا جاتا ہے کہ ملک کے امراء و رؤسا امارت کی بلندیوں کو مسخر کرتے ہوئے ملک کی معیشت پر مزید قابض ہوسکیں۔ ملک کی پوری معیشت چند خاندانوں کی میراث بن کے رہ گئی ہے۔ جب کہ غریب نان ونفقہ کے لیے ترس کے رہ گیا ہے۔ ابھی چند دن پہلے وزراء کی فوج ظفر موج کی تنخواہوں میں پندرہ فی صد اضافہ ہو چکا ہے جس پر جنرل پرویز مشرف کا تبصرہ ہے کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمارا خزانہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ تنخواہوں میں اس اضافے کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔

ہمارے جنرل صاحب کو شاید اس بات کا احساس تک نہیں ہے کہ بلوچستان میں جنگ کی صورت حال پیدا ہوچکی ہے۔ سوئی گیس کے پائپوں پر آئے دنوں کا حملہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کرچکا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تازہ حملوں میں جہاں پر کروڑوں روپے کا نقصان ہوا ہے وہاں حکومت کے کئی اہلکار بھی لقمۂ اجل بنے ہیں۔ پائپ لائنیں اور ''پیوری فیکیشن پلانٹ'' کی تباہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ظاہری طور پر ہورہا ہے اس سے کہیں بڑھ کر باطن ہو چکا ہے۔ تبصرہ کرنے والوں کے مطابق اس معاملے میں خود امریکہ بھی ملوث ہوسکتا ہے' جو یہ نہیں چاہتا کہ بلوچستان کے اندر چائنا کا عمل دخل اس قدر زیادہ ہو کہ اس کے اثر ورسوخ پر زد پڑے۔ ایران کا نام بھی لیا جارہا ہے کہ وہ اپنی بندرگاہوں کے نزدیک گوادر کی بندرگاہ کے وجود کو خطرناک سمجھتا ہے۔ پھر افغانستان اور بھارت بھی اس صورت حال میں ملوث ہوسکتے ہیں' جہاں پر اتنی طاقتوں کا استعمال در پردہ ان کارروائیوں کے پیچھے ہونے کا امکان ہو' وہاں ایسے مہلک اور خطرناک بیانات جو جنرل صاحب نے دیئے ہیں۔ کسی طور بھی سراہے نہیں جاسکتے۔

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ ''نائن الیون'' کے بعد پاکستان بڑا طاقت ور ملک بن چکا ہے۔ پاکستان کے اسلحہ خانوں میں بعض انتہائی مہلک اور مؤثر ہتھیاروں کا اضافہ ہوچکا ہے کہ جن کے خلاف یہ ہتھیار استعمال ہوگئے۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی کہ ان کے ساتھ کیا ہوگیا ہے۔ بندہ ایک لمحہ میں راکھ کی ایک مٹھی میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ اپنوں کے لیے ہی ہے؟ کیا اب ایسے لوگوں کے ساتھ مذاکرات نہیں ہوسکتے؟ جو بنگالیوں کی طرح ناانصافیوں کے خلاف کب سے نہ جانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں جنرل صاحب کو اب اپنا غصہ ذرا کم کرنا چاہیے اور ایسے لوگوں کے ساتھ مذاکرات کر کے ان کے جائز مطالبات تسلیم کرلینے چاہئیں اور اپنی جائز باتیں ان سے

منوالینی چاہیے۔ان مسائل کا صرف ایک یہی حل ہے‘ جوملک اورقوم کی بہتری کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ہم اس مسئلہ پر سابق وزیراعظم میرظفراللہ جمالی کی تائید کرتے ہیں جنہوں نے درست کہا ہے کہ

’’یہ حقوق کا مسئلہ ہے۔ یہ حالات حکومت سے دانش مندی، دوراندیشی ،فراخدلی اورمتنازعہ معاملات کوسیاسی انداز میں حل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔‘‘

لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے سقوطِ ڈھاکہ کے دلخراش سانحہ سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی ۔ یہ ملک بڑی مشکلات کے بعد وجود میں آیا۔اب اسے ہر لحاظ سے مضبوط و مستحکم ہونا چاہیے ۔لہٰذا وانا آپریشن کے بعد بلوچستان آپریشن کی تیاریوں کی محبّ وطن لوگ موجودہ حکومت کی اس روش کوتشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے‘اس کی مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ معاملات کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے ۔ جنگ نفرتوں کوجنم دیتی ہے اور ہم اب نفرتوں کے متحمل ہرگزنہیں۔

☆......☆......☆

بقیہ از صفحہ ۳۶

قامت میانہ ،بدن اکہرا ، رنگ سرخ وسپید، آنکھیں اس عمر میں بھی آہُوانِ صحرا دیکھ لیں تو چوکڑی بھول جائیں۔نجیب الطرفین ،ذات سیادت ، پیشہ وزارت ،انا کا مجسمہ ، بے نیازی کی تصویر، انجمن آرائیوں سے محترز ،خلوت کا شیدائی، خطابت میں یگانہ،صحافت میں منفرد، سیاست میں یکتا، عالم متبحّر ، زبردست مجتہد،حسن چہرے میں ہو یا آواز میں ‘اس کی دل پذیری پر جی جان سے فدا۔

دماغ یورپی ،طبیعت عجمی ،دل عربی ، وجود ہندوستانی ،مزاج کے اعتبار سے تاناشاہ ،یعنی ان کے قالین پر بال ہو اور وہ ان کو چھوجائے یا آپ کی آواز میں حسن نہ ہواور آپ الفاظ کی نوک پلک کا خیال کیے بغیران کے سامنے بولنے لگیں تو انہیں فوراً نزلہ ہونے لگتا ہے۔آپ ان کی ایک آدھ کروٹ ہی سے محسوس کرلیں گے۔ کہ ان کی طبیعت منغض ہوگئی ہے۔ ان کے سامنے بولنا بڑے جی گردے کا کام ہے۔وہ بولتے نہیں آبشار کی طرح بہتے ہیں۔

ابوالکلام نہ ہوتے تو تاج محل ہوتے اور اگر تاج محل انسانی پیکر میں ڈھل جائے تو وہ ہرگز ہرگز ابوالکلام نہیں ہوسکتا۔

آفاقہا گردیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری